سورۃ المرسلات

یہ پچاس آیات ہیں۔ حسن، عکرمہ، عطاء اور جابر نے فرمایا یہ مکی ہے سوائے " واذا قیل لھم ارکعوا لا یرکعون " جو کہ مدنی ہے۔ قتادہ نے بھی یہی کہا ہے۔ ام الفضلؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو آخری بار مغرب میں اس سورۃ کو سنا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱) **وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا** (ترجمہ:۔ مسلسل بھیجے جانے والی ہواؤں کی قسم) مفسرین نے اس کی تفسیر میں اختلاف کیا، بعض نے کہا اللہ نے مرسلات کی قسم کھائی ہے۔ اور یہ الریاح المرسلة (ہوائیں) ہیں۔ جیسا کہ مروی ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ سے اور یہ اسی طرح ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا وارسلنا الریاح لواقح۔ (الحجر ۲۲) اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہیں۔ جنہیں یکے بعد دیگرے اللہ نے بھیجا۔ اور کہا جاتا ہے کہ العُرف ، عرف الفرس (ایال) سے مستعار ہے پس اس میں بعض نے بعض کا اتباع کیا پس وہ اللہ کے احکام لے کر ایک دوسرے کے پیچھے آ رہے تھے عرف الفرس کی طرح اور کہا جاتا ہے کہ عرف سے مراد ہر وہ شئی خیر کی جسے نفس جانتا ہو اور اس پر مطمئن ہو اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد بادل ہیں۔ کیونکہ اس میں یا تو عذاب ہوتا ہے یا نعمت ہوتی ہے عرفا کو نصب ہے۔ یہ مفعول بھی ہے یا حال۔

(۲) **فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا** (ترجمہ:۔ پھر ان کی قسم جو نہایت تیز چلتی ہیں شدت سے) اور وہ گرد و غبار اڑانے والی تیز ہوائیں ہیں۔ اور اس سے مراد عذاب کی ہوائیں ہیں۔ جیسا کہ صاحب الکشاف نے کہا اور اسی طرح ابن مسعودؓ سے مروی ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ ملائکہ جو ہواؤں کے موکل ہیں جو عذاب قوم پر تیز لاتے ہیں۔

(۳) **وَالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا** (ترجمہ:۔ اور قسم ہے بکھرتی ہواؤں کی) یہ وہ ہوائیں ہیں جو بادلوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتشر کرتی ہیں۔ اور اس سے مراد رحمت کی ہوائیں ہیں جو آسمان میں بادلوں کو بکھیرتی ہیں وہ بارش لاتی ہیں یا وہ فرشتے ہیں جنہیں بادلوں کی ذمہ داری سونپی گئی ہے وہ فضا میں انہیں ادھر اُدھر بکھیرتے ہیں۔ یا بادل ہیں جو نباتات کو بکھیرتے ہیں۔

(۴) **فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا** (ترجمہ:۔ جدا کرنے والی ہواؤں کی قسم) مجاہد نے کہا یہ وہ ہوائیں ہیں جو بادلوں کو الگ الگ کرتی ہیں اور تقسیم کرتی ہیں جیسے کہ اللہ نے فرمایا ویجعل کسفا۔ (الروم ۴۸) اور اللسان میں ہے کہ الفارق وہ سحاب ہیں جو بڑے سحاب سے منقطع ہو جیسا کہ ذی الرمۃ کے شعر میں ہے۔

و مزنة فارق یجلو غواربها نبوح البرق والظلماء عُلجُومُ

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ فرشتے ہیں جو ایسی چیز لاتے ہیں جو حق و باطل میں فرق کرتی ہے۔

(۵-۶) **فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًاo عُذْرًا اَوْنُذْرًا** (ترجمہ:۔اوران فرشتوں کی قسم جو وحی لاتے ہیں کہ عذر (رفع) کردیا جائے یاڈرسنایا جائے)۔اور یہ وہ ملائکہ ہیں جوانبیاء پروحی القاء کرتے ہیں اورابن عباسؓ نے قاف پرزبر پڑھاہے۔جبکہ دوسروں نے زیر کےساتھ پڑھاہے۔ہم نے اس میں کچھ ترک کردیاہے جومفسروں نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔کیونکہ یہ تفسیر بالرائے کے زیادہ قریب تھا۔عذرا او نذراً کے منصوب ہونے کی وجہ سے ذکرا سے بدل ہوناہے یامفعولیہ ہونے کی بناء پرہےاور معنی یہ ہیں کہ ملائکہ وحی القاءکرتے ہیں اوراس میں یاتواللہ کی جانب سے اس کی مخلوق کی طرف اعذار ہے یاپھراس کے عذاب سے انداز ہے۔فراء نے کہامومنوں کے لئے عذر اور کافروں کے لئے نذر۔اورابوعلی الفارسی نے کہایہ بھی جائز ہوسکتاہیکہ **العذر** اور **النذر** بالتشدید ہوجمع عاذر و ناذر کی اورایساہی مبرد نے کہاکہ دونوں بالتثقیل ہےواحد عذیر اور نذیر ہے۔

(۷) **اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ** (ترجمہ:۔بےشک تم سے وعدہ کیا گیاہے) یوم قیامت کے آنے کا۔ **لَوَاقِعٌ** (ترجمہ: وہ واقع ہوکررہے گا) یعنی لامحالہ ہونے والاہے۔اورمعنی یہ ہیں کہ بےشک جس ثواب وعذاب کاتم سے وعدہ ہے وہ واقع ہونے والاہے۔ما موصولہ ہےاگرچہ کہ کتابت میں یہ ان سے متصلہ ہےاور یہ جملہ اس پرمقسم علیہاہے۔

(۸) **فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ** (ترجمہ:۔جب ستارے معدوم ہوجائیں گے) عمروبن میمون نے طمسّت تشدید کے ساتھ پڑھاہے۔**الطموس الدروس** کہتے ہیں انمحاء (محوکردینے) کواور **طموس الکواکب** کے معنی ہیں **ذھاب نورھا** (ان کی روشنی کا چلاجانا)

(۹) **وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ** (ترجمہ:۔اورجب آسمان پھٹ جائے گا) عمربن میمون نے 'راء' کی تشدید کےساتھ پڑھا یعنی آسمان کھل جائے گااورتمام دروازے کھل جائیں گے۔

(۱۰) **وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ** (ترجمہ:۔اورجب پہاڑگرادئے جائیں گے) مبرد نے کہاانہیں ان کی جگہوں سے اکھاڑ پھینکا جائے گا۔ **الا نتساف** یعنی **الا استیصال** اورمعنی یہ ہیں کہ انہیں اپنی جگہوں سے اکھاڑ دیاجائے گا۔اورتیزی سے ہلایاجائے گا۔ جیساکہ اللہ نے فرمایا **وسیرت الجبال فکانت سرابا** (النساء۲۰)

(۱۱) **وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ** (ترجمہ:۔اورجب رسولوں کووقت مقررہ پرجمع کیاجائےگا) جمہورنے اُقِّتَتْ ہمزہ کےساتھ قاف پرتشدید پڑھاہے۔نخعی' حسن' عیسیٰ اورخالد نے قاف کی تخفیف کےساتھ پڑھاہےاورابوالاشہب' عمروبن عبیداورعیسی اورابوعمرو نے واؤاورتشدید قاف کےساتھ پڑھاہے۔عیسیٰ نے کہاقبیلہ مضرکی لغت سفلیٰ ہےاورعبداللہ وحسن اورابوجعفر نے واؤ واحدہ اورتخفیف القاف کےساتھ پڑھا۔اورحسن نے ووقتت کوبروزن فوعلت واؤین کےساتھ پڑھاہےاورمعنی ہیں ان کے لئے وقت منتظر بنادیا۔ زمخشری نے کہاکہ **توقیت الرسل** کے معنی ہیں ان کے لئے وقت کی تبیین ہوناجس میں وہ اپنی امتوں کی شہادت کے لئے حاضرہوں گے۔اورجواب **اذا** محذوف ہےاوراس کی تقدیر یہ ہے **اذا کان کذاوقع ما توعدون** (اگرایساہواتوجس کاتم سے وعدہ کیاگیاہے

واقع ہو جائے گا) زجاج کا قول ہے ابو علی الفارسی نے کہا یعنی یوم قیامت کے لئے معلوم وقت بنایا اور رسولوں کو یہ وقت بتا دیا گیا۔

(۱۲) لِاَيِّ يَوۡمٍ اُجِّلَتۡ (ترجمہ:۔کسی دن کے لئے یہ وقت مقرر کیا گیا ہے) یوم قیامت کی شان کی تعظیم کرتے ہوئے اور اجلت کے معنی ہیں آخرت۔یعنی امور متعلقہ باحوال عباد کو موخر کر دیا گیا۔اور وہ تعظیم ہے اس کیلئے من آمن باللہ ورسولہ (جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے) اور جنت کے نعمتوں سے ان کی آسودہ حالی ہے اور ان کی تعذیب ہے جس نے آخرت کی ہیبت ناکیوں کو جھٹلایا مثلاً حساب، حشر نشر وغیرہ

(۱۳) لِيَوۡمِ الۡفَصۡلِ (ترجمہ:۔فیصلہ کے دن کے لئے) یہ وقت مقررہ کے دن کا بیان ہے اور یہ دن وہ ہے جس میں مخلوق کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا اور اس میں نیک بخت کو شقی سے اور صالح کو طالح سے ممیّز کیا جائے گا۔

(۱۴) وَمَاۤ اَدۡرٰكَ مَا يَوۡمُ الۡفَصۡلِ (ترجمہ:۔اور تم کیا جانتے ہو کہ یوم الفصل کیا ہے) اور یوم فصل کے بارے میں کہ کس نے تمہیں بتایا۔ما مبتداء ہے۔ ادراک اس کی خبر ہے یعنی کس چیز نے تمہیں واقف کروایا کہ وہ کیا ہے۔

(۱۵) وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ (ترجمہ:۔افسوس اس دن جھٹلانے والوں پر) یعنی وہ لوگ جنہوں نے نبوت، توحید، انبیاء علیہ السلام سے وارد شدہ ہر وعدہ کو جھٹلایا۔اللہ جل شانہ نے اس کی تہویل (ہولناکی) کو الیوم کے الفاظ کے ذریعہ بیان کیا ہے۔ پہلے لا ی یوم اجلت اور دوسری بار "وما ادراک ما یوم الفصل" سے اور تیسری بار ویل یومئذ للمکذبین سے بیان فرمایا۔اور الویل کلمہ قبیح ہے۔سیبویہ نے کہا الویل اس کے لئے بولا جاتا ہے جو ہلاکت میں گر گیا اور الویح اس کے لئے جو ہلاکت کے قریب ہو۔اس نے مزید کہا ضروری نہیں کہ ویل کو یہاں دعائیہ طور پر کہا گیا ہو کیونکہ یہ قبیح لفظ ہے لیکن وہ اپنے کلام میں یہی بولا کرتے تھے۔اور قرآن ان ہی کی لغت میں اور ان کے فہم کی مقدار پر نازل ہوا۔گویا کہ کہا گیا ہے ان لوگوں کے لئے ویل جن پر یہ قول واجب آتا ہو۔اور اس کی مثال قاتلهم الله ہے۔ پھر ویل کے معنی لغت میں العذاب اور الھلاک ہیں یعنی ان کے لئے عذاب وہلاکت جنہوں نے مذکورہ امور کو جھٹلایا اور ابی سعید الخدریؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا الویل جہنم میں ایک وادی ہے اس میں کافر گریں گے۔چالیس دن تک اگر اس میں پہاڑوں کو ڈال دیا جائے تو اس کی گہرائی میں پہونچنے سے پہلے پگھل جائیں گے۔اور یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر للمکذبین ہے۔صاحب کشاف نے کہا کہ یہ اصل میں مصدر منصوب ہے فعل کے قائم مقام ہے لیکن اسے ثبات الھلاک کے معنی اور اس کی ہمیشگی کی وجہ سے رفع کا مقام دیا گیا ہے۔

(۱۶) اَلَمۡ نُهۡلِكِ الۡاَوَّلِيۡنَ (ترجمہ:۔کیا ہم نے پہلے لوگوں کو ہلاک نہیں کیا) یعنی الاولین پہلی امتوں کو جیسے کہ نوحؑ، ہود اور صالح علیہ السلام کی امتیں۔اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلایا۔اور یہ استفہام انکاری ہے اور اس میں وعید اور توعید ہے۔

(۱۷) ثُمَّ نُتۡبِعُهُمُ الۡاٰخِرِيۡنَ (ترجمہ:۔پھر ہم بعد والوں کو ان کے پیچھے لائیں گے) کہا جاتا ہے وہ کفار مکہ ہیں۔

ابوالبقاء نے کہا نُتبعهم میں رفع استیناف ہونے کی وجہ سے ہے اور یہ معطوف نہیں ہے اس لئے کہ (آخرین) بعدوالوں کو اللہ نے ہلاک نہیں کیا جیسا کہ اولین کو کیا تھا اور اس کی تائید عبداللہ بن مسعودؓ کی قراءت 'سنتبعهم" سے ہوتی ہے۔ اور بعض مفسرین نے کہا کہ الاولین سے مراد قوم نوح، ہودؑ صالح مراد ہے اور بالآخرین سے مراد قوم لوط وشعیب وموسیٰ ہیں اس لئے کہ اللہ ان آخرین کو اس متقدمین سے پیچھے لایا۔

(۱۸) كَذٰلِكَ نَفۡعَلُ بِالۡمُجۡرِمِيۡنَ (ترجمہ:۔اس طرح مجرموں کے ساتھ سلوک کرتے ہیں) یعنی اہل مکہ میں سے کفار قریش سے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

(۱۹) وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ (ترجمہ:۔افسوس ہو اس دن جھٹلانے والوں پر) کرخی نے کہا کہ تکرار ترغیب وترہیب کے مقام پر مستحسن ہے خاص طور پر جبکہ پچھلی آیات بار بار کی تکرار پر بدلی ہوئی ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ اس میں تکرار نہیں ہے کیونکہ ایسا ہونا جائز ہے کہ پہلا ویل، ویل آخرت ہے دوسرا ویل، ویل دنیا ہے یا اس کے برعکس۔

(۲۰) اَلَمۡ نَخۡلُقۡكُّمۡ (ترجمہ:۔کیا ہم نے تمہیں نہیں پیدا کیا؟) یعنی تمہیں بنایا۔ مِّنۡ مَّآءٍ مَّهِيۡنٍ (ترجمہ:۔حقیر پانی سے) یعنی ذلیل گندگی سے اور وہ نطفہ ہے ابن عباسؓ نے فرمایا مهين یعنی ضعیف اور اسی طرح اللہ نے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا ثم جعل نسله من سلالة من ماء مهين (السجدہ ۸)

(۲۱) فَجَعَلۡنٰهُ فِىۡ قَرَارٍ مَّكِيۡنٍ (ترجمہ:۔ہم نے اسے محفوظ رکھنے کی جگہ میں ٹھیرایا) اور قرار پست گول (جگہ) زمین جس میں پانی ہو اور اس سے مراد 'رحم' ہے۔ اس لئے کہ یہ منی کا مستقر ہے اور المكين یعنی الحريز محفوظ مقام آفات مفسدہ سے بچانے والا جیسے کہ فاسد ہوا۔

(۲۲) اِلٰى قَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍ (ترجمہ:۔معلوم اندازہ تک) یعنی وقت کی معلوم مقدار تک جو اللہ نے ولادت کے لئے مقدر کر دی ہے اور وہ ۹ مہینے ہیں۔

(۲۳) فَقَدَرۡنَا (ترجمہ:۔ہم نے اندازہ کیا) اور مشدد بھی پڑھا گیا ہے تقدیر سے۔ کسائی اور فراء نے کہا دونوں لغتیں بمعنی واحد ہیں۔ قدرت بكذا وقدّرت بكذا دونوں مستعمل ہیں۔ فَنِعۡمَ الۡقٰدِرُوۡنَ (ترجمہ:۔کتنے عمدہ ہیں ہمارے اندازے) یعنی ہم نے اس کا اندازہ کیا چھوٹے قد کے طور پر، طویل القامت کے طور پر، خوبصورت اور قبیح کے طور پر۔

(۲۴) وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ (ترجمہ:۔افسوس ہے اس دن جھٹلانے والوں پر) ہماری قدرت اور تخلیق کو

(۲۵) اَلَمۡ نَجۡعَلِ الۡاَرۡضَ كِفَاتًا (ترجمہ:۔کیا ہم نے زمین کو دفینہ نہیں بنایا) الكفت لغت میں کہتے ہیں ضم کرنے اور جمع کرنے کو۔ ابن سیدہ نے کہا الكفايت کہتے ہیں الموضع یعنی رکھنے کی جگہ کو جہاں کوئی شئے جمع کی جائے اور رکھ دی جائے۔ كفات الارض یعنی زمین کا برتن اور اس کی پشت زندوں کے لئے اور اس کا بطن مردوں کے لئے ہے یہ قول فراء کا ہے اور اسی سے ان

کا قول ہے کہ گھروں کو کفات الاحیاء اور قبور کو کفات الاموات کہا جاتا ہے۔حدیث میں آیا ہے یقول الله عز وجل للکرام الکاتبین اذا مرض عبدی فاکتبوا له مثل ما کان یعمل فی صحته فی اعافیه او اکْفِتَهُ ای اضمّه الی القبر اللہ تعالیٰ کراماً کاتبین سے فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ بیمار ہو تو اس کے لئے اس جیسا لکھ جیسا کہ اپنی صحت میں عمل کرتا تھا۔ یہاں تک میں صحت یاب کردوں یا اسے قبر بھیجدوں۔کہا جاتا ہے کہ بقیع الفرقد (سخت زمین کا ٹکڑا) کو کفتۃ کا کہہ کر پکارا جاتا ہے کیونکہ اس میں تدفین کی جاتی ہے یعنی رکھ دیا جاتا ہے اور جمع کیا جاتا ہے۔اخفش نے کہا کفاتا جمع ہے کافتة کی۔اور الارض سے مراد جمع ہے پس کفاتا جمع ہو کر نعت ہے

(۲۶) اَحۡیَآءً وَّاَمۡوَاتًا (ترجمہ:۔زندوں اور مردوں دونوں کے لئے) اخفش اور ابوعبیدہ نے کہا کہ الاحیاء اور الاموات ارض کی صفات ہیں یعنی زمین تقسیم ہوتی ہے زندہ کی طرف جس میں نباتات ہوتی ہیں اور مردہ کی طرف تو وہ نباتات سے خالی ہوتی ہے۔فراء نے کہا کہ ان کا منصوب ہونا ان دونوں پر کفات کے وقوع کی وجہ سے ہے۔یعنی الم نجعل الارض کفات احیاء و اموات (کیا ہم نے زمین کو زندوں اور مردوں کا دفینہ نہیں بنایا) اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ الارض کا حال ہونے کی وجہ سے دو دونوں منصوب ہیں۔

(۲۷) وَ جَعَلۡنَا فِيۡهَا (ترجمہ:۔اور ہم نے ان پر بنائے) یعنی زمین پر۔رَوَاسِىَ شٰمِخٰتٍ (ترجمہ:۔مضبوط اور اونچے پہاڑ) الرواسی کے معنی ہیں الثوابت (ٹھیرے ہوئے مضبوط پہاڑ) اور الشامخ کے معنی ہیں عالی (بلند) یعنی ہم نے زمین پر ثوابت عالیات بنائے جمع مذکر کی جمع مونث سے صفت لائے اسی لئے کہ وہ غیر عاقل ہے' مطرد ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا "اشھر معلومات"۔زمین کی تعریف میں عجاج کا قول ہے۔

اوحی لها القرارفاستقرتِ وشدّها بالراسیات الثبّت

وَّاَسۡقَيۡنٰكُمۡ مَّآءً فُرَاتًا (ترجمہ:۔اور ہم نے تمہیں میٹھے پانی سے سیراب کیا) الفرات حد درجہ میٹھے پانی کو کہتے ہیں اور اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے هذا عذب فرات وهذا ملح اجاج (الفرقان ۵۳) کہا جاتا ہے کہ فرت الماء یفرت جب پانی میٹھا ہو تو وہ فرات کہلاتا ہے اور اسی سے الوذویب کا قول ہے۔

فجاء بها ما شئت ما لطمیّه یدوم الفرات فوقها ویموج

یعنی وہ کامل حسین بنا کر لایا اور معنی یہ ہیں ہم نے تمہیں تمہاری کھیتیوں' تمہارے باغات کو میٹھا پانی دیا جو بلند و بالا پہاڑوں کی جڑوں سے نکلتا ہے۔یا وہ پانی جو سحاب سے برستا ہے۔

(۲۸) وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ (ترجمہ:۔افسوس ہو اس دن جھٹلانے والوں پر) ہماری طرف سے تمہیں پہونچنے والی ان نعمتوں کو جھٹلانے والوں کو۔

(۲۹) **اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ** (ترجمہ:۔ چلو اس جانب جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے) یعنی ان سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ اس طرف چلو جسے تم دنیا میں (عذاب اخرۃ میں سے) جھٹلایا کرتے تھے اور وہ عذاب نار ہے۔

(۳۰۔۳۱) **اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ** (ترجمہ:۔ چلو سائے کی طرف) یعنی جہنم کے دھویں کی سائے کی طرف۔ اور اسے صیغہ ماضی میں بھی پڑھا گیا بطور خبر کے اس امر کے بعد جس پر حالت اضطرار میں عمل کریں گے۔ **ذِىْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۝ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِىْ مِنَ اللَّهَبِ** (ترجمہ:۔ سہ رخی (سایہ کی طرف) نہ تو سایہ دار اور نہ ہی شعلوں کی لپیٹ سے بچانے والے) مفسروں کے اس آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں اور ان میں زیادہ تر وہ ہے جو امام رازی نے کہا ہے۔ پہلا ایک قوم نے کہا کہ اس سے مراد احاطۃ النار ہے ان کے اوپر سے اور ان کے قدموں کے نیچے سے اور ظل سے مراد آگ کی آنچ ہے۔ جو حرارت میں آگ کی طرح ہوتی ہے۔ اور اسی طرح کا ایک اور ارشاد گرامی ہے من فوقھم ظلل من النار و من تحتھم ظلل (الزمر ۱۶) نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد فرماتا ہے یوم یغشاھم العذاب من فوقھم ومن تحت ارجلھم (العنکبوت ۵۵) عذاب سے مراد عذاب النار ہے۔ اور کافروں کو سایہ کی ضرورت ہوگی کیونکہ اس دن سورج مخلوق کے سروں کے قریب ہوگا۔ اور ان پر کوئی لباس نہ ہوگا اور نہ کوئی شئے جو آگ کی تپش سے حفاظت کر سکے' پس اللہ اہل ایمان کو سایہ کرے گا۔ اور وہ کہیں گے کہ اللہ نے ہم پر احسان کیا۔ اور عذاب السموم سے بچالیا۔ اور جہاں تک کافروں کا تعلق ہے تو انہیں آگ کی تپش نے احاطہ کر رکھا ہوگا اور ان کے بدن جل رہے ہوں گے چہرے جھلس رہے ہوں گے اور وہ سائے کے محتاج ہوں گے کہ انہیں آگ کی حرارت' تپش اور لپیٹوں سے بچا سکے۔ پس فرشتے ان سے کہیں گے کہ چل سائے کی طرف اور یہ اللہ کے اس قول کی طرح ہے وظل من یحموم (الواقعۃ ۴۳) ظل سے مراد الدخان الاسود یعنی آگ کا سیاہ دھواں ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ظل سے مراد سرادق النار ہے یعنی آگ اور اس کا دھواں ہے اور یہ اللہ کے اس قول کی طرح ہے۔ ناراً احاط بھم سرادقھا (الکھف ۲۹) اور یہ قتادہ کا قول ہے اور اسے طبری نے روایت کیا ہے اور تیسرا قول ہے کہ ابو مسلم خراسانی نے کہا "ظل ذی ثلاث شعب" سے مراد وہ ہے جو کچھ اللہ نے اس کے بعد ذکر فرمایا ہے یعنی کہ وہ سایہ دار نہیں ہے اور آگ کے شعلوں سے بچانے والے نہیں ہے۔ کیونکہ وہ چنگاریاں پھینکتا ہے۔ جو اونچے محل کی طرح ہیں' یہ سائے کے تین رخ ہیں اور میرے نزدیک یہ قول زیادہ صحیح ہے۔ ولا یغنی من اللھب کے بارے میں صاحب الکشاف نے کہا یہ زیر کے مقام پر ہے۔ یعنی وہ شعلے کی تپش سے ذرا سا بھی بچانے والے نہیں ہیں۔ الدخان کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ نار جہنم کا دھواں ہے یا وہ دھواں ہے جو حساب کے میدان میں انہیں گھیرے ہوئے ہوگا۔ قفال نے کہا یہ وہ دھواں ہے جو انہیں ان کے دوزخ میں داخل ہونے سے پہلے گھیرے ہوئے ہوگا۔ اور بعض نے کہا یہ وہ دھواں ہے جو انہیں جہنم میں گھیرے ہوئے ہوگا۔ واللھب واللھب اور اللھاب سب آگ کا اشتعال ہے۔ جب وہ دھواں سے خالص ہو۔ اور کہا جاتا ہے لھب النار لسانھا۔ معنی یہ ہیں کہ وہ سایہ جس میں شعلوں کی تپش سے وہ نہیں بچیں گے۔ بلکہ اس سے جلیں گے اور قطرب نے کہا۔ اللھب سے مراد ہے العطش (پیاس) اور کہا جاتا ہے رجل لھبان یعنی عطشان (پیاسا آدمی) اور

امرأةلهبى یعنی عطشٰی (پیاسی عورت)

(۳۲) اِنَّهَا (ترجمہ:۔بے شک وہ) یعنی النار۔ تَرۡمِیۡ بِشَرَرٍ کَالۡقَصۡرِ (ترجمہ:۔بلاشبہ وہ پھینکے گی چنگاریاں محل کی طرح) مفسروں نے کہا شورۃ' شرر' شرارۃ اور شرار کے معنی ہیں وہ چیز جو آگ میں سے اڑتی ہے ہر طرف منتشر ہوکر اور اس کے اصل ہے شررت الثوب جب کپڑوں کو دھوپ میں سکھانے کے لئے ڈالا جائے اور اسی سے ہے الشرار' وشرر اور معنی یہ ہیں کہ جہنم کی اگ اڑائے گی بے حد چنگاریاں کہ وہ محل کی طرح ہو اور قصر (محل) کے معنی میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس سے مراد بڑے بڑے محلات ہیں اور قصر جمع ہے قصرۃ کی جیسے کہ حمر اور حمرۃ اور ثمر اور ثمرۃ اور مبرد نے کہا القصرۃ کے معنی ہیں موٹی لکڑی۔اور اسی طرح ابن عباسؓ سے مروی ہے اور سعید بن جبیر اور ضحاک نے کہا یہ کھجور اور بڑے درخت کی جڑیں ہیں۔اور کالقصر کو قصر بھی پڑھا گیا۔اور اس کے معنی ہیں اونٹ کی گردن یا نخل کی ٹہنیاں۔اور یہ معنی ہوں گے کہ آگ بڑی بڑی چنگاریاں اڑائے گی اور بڑائی میں کھجور کی جڑ اور بڑے درخت کی مثال ہوگی یا اونٹ کی گردن اور کھجور اور درختوں کی ٹہنیوں کی مثال ہوگی۔

(۳۳) کَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفۡرٌ (ترجمہ:۔گویا کہ وہ اونٹ ہیں پیلے گندمی) جمالة کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ ازہری نے کہا کہ فراء نے کہا کہ عبداللہ اور ان کے اصحاب نے جمالة پڑھا ہے۔اور حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے جمالات پڑھا۔انہوں نے کہا کہ یہ مجھے زیادہ عزیز ہے۔اس لئے کہ جمال' جمالة سے کلام عرب میں زیادہ مستعمل ہے۔اور یہ جائز ہوسکتا ہے۔جیسا کہ کہا جاتا ہے حجر وحجارۃ اور ذکر وذکارۃ سوائے اس کے کہ اول زیادہ رائج ہے۔پس اگر آپ جمالات کہیں تو اس کا واحد جمال ہے۔جیسا کہ انہوں نے کہا رجال' رجالات اور بیوت وبیوتات اور یہ بھی جائز ہے کہ جمالة' جمالات کا واحد ہو۔حفص' کسائی' حمزۃ' ابوعمرو نے اصمعی کی روایت میں جمالة جیم کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے تائے تانیث اور جمع کے الحاق کے ساتھ اور ابن عباسؓ' اعمش' رویس اور ابن ابی عبلة نے جیم پر پیش پڑھا ہے۔جیسے کہ عرب الرخل الرخال کہتے ہیں۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ اس کے معنی ہیں سفینہ کی رسی۔ازہری نے کہا کہ گویا کہ جمالة کہا گیا ہے بہت مضبوط رسی کو کیونکہ یہ بہت مضبوط ہوتی ہے پھر اسے جملہ کے لفظ جملے میں استعمال کیا گیا اور یہ بھی ممکن ہے کہ جملة کا لفظ جملة الحبل سے مشتق ہو۔فراء نے کہا یہ بھی جائز ہے کہ جمالات جیم پر پیش کے ساتھ ہو جمع جمال کی۔اور یہ بھی جائز ہوسکتا ہے کہ الشیء الحبل سے مشتق ہو۔اور معنی ہیں کہ یہ چنگاریاں بڑائی اور عظمت میں اونٹ کی طرح ہوں گی۔اور ابن عباسؓ نے کہا کہ جمالات بغیر دھویں کی آگ کے ٹکڑے ہیں۔امام رازی نے کہا کہ یہ حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام اور ابن عباسؓ سے مروی ہے۔اسم علیؓ کے ساتھ علیہ السلام لکھا جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ لکھتے ہیں۔اور پھر اس کے بعد ذکر کیا ہے معظم اہل لغت اس سے واقف نہیں یعنی علی ابن طالبؓ نے اس کی تفسیر کی۔ غالباً یہ شخص علیؓ کے نام کی تعظیم کرتا ہے لیکن ان کی ذات کی تعظیم نہیں کرتا۔اور یہی کئی لوگوں کا وطیرہ ہے۔ابوحیان اندلسی نے کہا اس کا

اشتقاق ہے یعنی بڑے بغیر آگ کے دھویں کے ٹکڑے جملة سے۔میں کہتا ہوں امام رازی نے اس روایت کو علی کرم اللہ وجہہ کی طرف استناد میں غلطی کی ہے کیونکہ یہ علیؓ سے مروی نہیں ہے البتہ اس کے راویوں کے اسناد میں ایک نام علی پایا جاتا ہے پس امام رازیؒ نے یہ سمجھا کہ وہ علی بن ابی طالبؓ ہیں۔شیخ ابوجعفر محمد جریرؒ طبری نے اپنی تفسیر میں کہا حد ثنی علی المنثور انہوں نے کہا ابوصالح انہوں نے کہا معاویہ نے علی سے اور انہوں نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ان کا قول ہے کہ گویا جمالات صفر کا مطلب قطع النحاس ہے۔جلال الدین سیوطی نے اپنی تفسیر ''الدر المنثور'' میں کہا ابن جریر عن علی عن ابن عباسؓ کی سند روایت کی ہے کانه جمالات صفر قطع النحاس (بغیر دھویں کی آگ کے ٹکڑے) پس جو ہم نے ذکر کیا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام رازی نے سیدنا امیر المومنین علی ابن ابی طالبؓ پر افتراء سے کام لیا ہے اس لئے کہ ان سے وہ منسوب کر دیا جو انہوں نے قطعی نہیں کہا۔الصفر کے بارے میں ابن الانباری نے 'کتاب الاضداد' میں حسن کی روایت سے کہا کہ وہ السوّد ہے۔اور اکثر نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایسی سیاہی جو زردی کی طرف مائل ہو۔فراء نے کہا اونٹوں کو تم کالا نہیں دیکھو گے مگر یہ کہ وہ پیلے رنگ سے مرکب ہوں۔اور اسی وجہ سے اہل عرب کالے اونٹ کو صفر کہتے ہیں۔جیسے وہ الضباء کو اوضاً کہتے ہیں۔اس لئے کہ اندھیرا اس کی روشنی سے بلند ہوتا ہے۔ابوعبید نے الاصفر کو الاسود کہا ہے۔اور ابن عباسؓ نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ اللہ کا یہ ارشاد ''انما ترمی بشرر کالقصر'' ایک تشبیہ ہے جو بلاد عرب میں وارد ہوئی ہے۔اور ان کے قصور (محلات) مچھلی کے گھر کی طرح ہوتے ہیں جیسے کہ خیمے ہوتے ہیں پس اللہ نے بیان فرمایا ان قصور کی طرح شعلہ زن ہیں۔ابوحیان نے کہا کہ شرر کو پہلے قصر سے تشبیہ دی گئی اور وہ قلعہ ہے ہوا میں بڑائی اور طوالت کی جہت سے اور پھر دوسری مرتبہ جمال سے تشبیہ کے بیان کے لئے۔کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اونٹوں کو افد ان بلند عمارتوں سے تشبیہ دیتے ہیں اور وہ قصور محض (محلات) ہیں جس نے جمالة کو جیم کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے تو اس نے شراروں کو رنگ کے ساتھ عظمت اور طول اور ہونے والی پیلاہٹ کے ساتھ تشبیہ دی یہی جمہور نے کہا ہے۔عمران بن خطان الرقاشی کا شعر ہے۔

دعتهم باعلی صوتها ورمتهم بمثل الجمال الصفر نزاعة الشوی

(۳۴) وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (ترجمہ:۔افسوس دن جھٹلانے والوں پر) قیامت کے احوال اور ہولنا کیاں جو مذکور ہوئی ہیں ان کو جھٹلانے والے۔

(۳۵) هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ (ترجمہ:۔یہ وہ دن ہے جس دن وہ بول نہیں سکیں گے) جمہور نے یوم کو رفع کے ساتھ پڑھا ہے کہ هذا کی خبر ہے اور زید بن علی' اعرج اور الاعمش وغیرہ نے فعل کی طرف اضافت کی وجہ سے زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور وہ ہے لا ینطقون۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ظرف کی وجہ سے منصوب ہے۔اور ان کا نہ بول سکنا محض خوف اور انتہائی ہیبت کی وجہ سے ہوگا۔لیکن جب ان سے سوال کیا جائے گا تو وہ بولیں گے۔اور یہ بھی جائز ہے کہ محشر میں کئی مواقف (کھڑے ہونے کے مقامات) ہوں پس بعض میں تو کلام نہیں کر سکیں گے۔بعض میں آہستہ اور سرگوشی میں بول سکیں گے۔جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے۔هذا یوم لا ینطقون ۔ فلا

تسمع الا همساً(طه۱۰۸)

(۳۶) وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ (ترجمہ:۔اور نہ ہی انہیں اجازت ملے گی کہ وہ عذر خواہی کرسکیں) جمہور قراء نے یوذن کو بر بنائے مفعول پڑھا ہے۔ اور زید بن علی نے بر بنائے فاعل پڑھا ہے۔ یعنی لا یاذن الله لهم. فراء کہتے ہیں کہ فیعتذرون میں ''فا'' یوذن کی وجہ سے لائی گئی ہے۔ یعنی لا یوذن لهم لا عتذار۔ کچھ آیات قرآنی اس پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ لوگ عذر خواہی کریں گے بلکہ اپنے رب کے سامنے جھگڑیں گے جیسا کہ اللہ نے ارشاد فرمایا ثم انکم یوم القیامة عند ربکم تختصمون (الزمر۳۱) اور دوسری جگہ فرمایا۔ ربنا ما کنا مشرکین (الانعام۲۳) اور فرمایا ولا یکتمون الله حدیثاً (النساء۴۲) پس اہل علم نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ نطق کا لفظ مطلق ہے اور مطلق عموم کا فائدہ نہیں دیتا۔ پس جائز ہے کہ وہ بعض اشیاء بولیں اور تمام اشیاء نہ بولیں۔ اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ بعض مواقع پر وہ نہ بولیں اور بعض پر بولیں۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ سوال سے پہلے نہ بولیں اور سوال کے بعد بولیں۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ آگ میں داخل ہوتے وقت نہ بولیں اور اس سے پہلے بولیں۔

(۳۷) وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (ترجمہ:۔اس دن جھٹلانے والوں پر افسوس ہو) اس چیز کو جھٹلانے والے جسے رسولانِ عظامؑ لائے تھے۔

(۳۸) هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ (ترجمہ:۔ یہ ہے فیصلہ کا دن ہم نے تمہیں اور سب پہلے والوں کو جمع کیا) یعنی اس دن انہیں کہا جائے گا کہ یہ فیصلہ کا دن ہے جس دن حق و باطل ممیز ہو جائیں گے ہم نے تمہیں اور ازمنہ ماضیہ میں رہنے والے کافروں کو جمع کیا ہے۔

(۳۹) فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ (ترجمہ:۔پس تمہارے پاس کوئی داؤ ہو) یعنی اگر تم لوگ اپنے لئے مقدر ہونے والے عذاب کو دفع کرنے کے لئے کوئی حیلہ کوئی دھوکہ کرنے پر قادر ہو۔ فَكِيْدُوْنِ (ترجمہ:۔تو مجھ پر داؤ چلاؤ) یعنی اپنا مکر و فریب آزماؤ۔ یہ ان کے لئے بلیغ قسم کی ڈانٹ ڈپٹ ہے۔

(۴۰) وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (ترجمہ:۔اس دن خرابی ہے جھٹلانے والوں کے لئے) جنہوں نے آخرت کے دن کے عذاب کو جھٹلایا۔ پھر اللہ نے مومنین کے احوال کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

(۴۱) اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ (ترجمہ:۔ بے شک پرہیزگار) جنہوں نے شرک و کفر سے احتراز کیا اور اللہ پر ایمان لائے اور ان تمام چیزوں پر جنہیں رسول اللہ ﷺ لائے۔ بعث' نشر' ثواب' خطر وغیرہ میں سے۔ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ (ترجمہ:۔ چھاؤں و چشموں میں ہوں گے) اسے ظل بھی پڑھا گیا ہے یعنی اللہ کی رحمت کے سایوں میں اور ترفت اور تنعم کے انواع میں اور نہروں کے چشموں میں ہوں گے۔ یعنی جنت کی نہروں کے کنارے ہوا خوری کرتے رہیں گے۔

(۴۲) وَّفَوَاكِهَ (ترجمہ:۔اور پھلوں میں) فاکھة کی جمع ہے بعض علماء کہتے ہیں ہر وہ چیز جس کا قرآن پاک میں پھلوں

وغیرہ سے نام لیا گیا ہے۔ مثلاً انگور، انار وغیرہ ہم انہیں فاکھة نہیں کہہ سکتے۔ پس اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ کوئی بھی اللہ فاکھة نہیں کھائے گا پھر انگور اور انار کھالئے تو قسم نہیں ٹوٹے گی۔ اور دیگر حضرات کا کہنا ہے ہر قسم کا میوہ فاکھة ہے اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد فیھما فاکھة ونخل ورمان (الرحمٰن ۶۸) میں تکرار لائی گئی ہے۔ یہ محض کھجور کی دیگر تمام پھلوں پر فضیلت کے لئے **مِمَّا يَشْتَهُوْنَ** (ترجمہ:۔جس میں سے وہ چاہیں گے) یعنی جس کا ان کے نفس تقاضہ کریں گے۔

(۴۳) **كُلُوْا وَاشْرَبُوْا** (ترجمہ:۔کھاؤ اور پیو) یعنی انہیں فرشتے کہیں گے کھاؤ اور پیو۔ **هَنِيْٓـئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ** (ترجمہ:۔مزے سے اس کے سبب جو تم کرتے تھے) الھنی اور المھناء ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو آپ کے پاس دنیا میں اعمالِ صالح کرنے کی وجہ سے بلا مشقت حاصل ہو۔

(۴۴) **اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ** (ترجمہ:۔بے شک ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو) اپنے اعمال وعقائد میں نیکی کرنے والوں کو۔

(۴۵) **وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ** (اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے) صالح اعمال کی جزاء اور آخرۃ کی نعمتوں کے جھٹلانے والوں کے لئے۔

(۴۶) **كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا** (ترجمہ:۔کھالو اور فائدہ اٹھالو) اے کافرو! دنیا کے ساز وسامان میں سے **قَلِيْلًا** (ترجمہ:۔تھوڑا سا) یعنی تھوڑے وقت تک۔ **اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ** (ترجمہ:۔بے شک تم مجرم ہو) یعنی اللہ اور اس کے رسول کے نافرمان۔

(۴۷) **وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ** (ترجمہ:۔اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے) اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلانے والوں کے لئے۔

(۴۸) **وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ** (ترجمہ:۔اور جب ان سے کہا جائے) یعنی ان مجرم کافروں سے **ارْكَعُوْا** (ترجمہ:۔رکوع کرو) یعنی جب انہیں نماز کا حکم دیا جائے **لَا يَرْكَعُوْنَ** (ترجمہ:۔تو وہ رکوع نہیں کرتے) یعنی نماز نہیں پڑھتے اور اس آیت میں دلیل ہے کہ کفار فروعات شرعی کے مخاطب ہیں۔

(۴۹) **وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ** (ترجمہ:۔اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے) اللہ سبحانہ تعالیٰ کے نواھی اور اوامر کو جھٹلانے والوں کے لئے۔

(۵۰) **فَبِاَىِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ** (ترجمہ:۔پھر اس کے بعد کس بات پر) یعنی قرآن کے بعد **يُؤْمِنُوْنَ** (ترجمہ:۔ایمان لائیں گے) جب وہ قرآن پر بھی ایمان نہیں لاتے باوجود یکہ کتب سماوی کے درمیان بیّن دلیل ہے۔ جمہور قراء نے اسے یائے تحتانیہ کے ساتھ بطور غائب یومنون ہی پڑھا ہے۔ اور ایک روایت کے مطابق ابن عامر شامی اور یعقوب نے اسے یائے فوقانیہ سے تومنون پڑھا ہے۔